بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کسی ممنوعہ چیز مثلاً دریاں بچھانے اور میت کے اہل خانہ کی طرف سے کھانا کھلانے کا ارتکاب نہ ہو، کیونکہ ایسا اہتمام تو خوشی کے موقعوں پر کیا جاتا ہے۔'' اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ''اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ سوگواران اپنے گھر یا مسجد میں تین دنوں تک بیٹھے رہیں اور لوگ ان کے پاس آ کر انہیں صبر کی تلقین کریں۔ اور گھر کے دروازے پر بیٹھنا مکروہ ہے اور جیسے کہ غیر عرب علاقوں میں رائج ہے۔ دریاں وغیرہ بچھانا اور عام استعمال کے راستوں میں رہنا تو انتہائی قبیح حرکت ہے۔'' [عالمگیری ۱/۱۷۷] ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ تعزیت کے لیے دروازوں کے باہر لوگوں کے اجتماع کا انتظام کرنا اور خورد ونوش یا سگریٹ، نسوار، پان وغیرہ سے ریفریشمنٹ کا تکلف کرنا قبیح ترین مکروہ اور شدید بدعت ہے۔ کیونکہ یہ جاہلانہ رسم ہے اور سلف صالحین میں ہرگز رائج نہ تھا۔ علاوہ بریں جو لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے ہوں، ان کے لیے تعزیت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے؛ نمازِ جنازہ پڑھنے کی وجہ سے میت کا حق ادا ہو گیا۔ ☆ مگر کوئی بزرگ ہستی اور صاحب اثر شخصیت اہل میت کو صبر کی تلقین کرنے کی غرض سے دوبارہ حاضر ہو تو الگ بات ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

تعزیت کی احادیث: **(۱)** عبداللہ بن جعفر کو باپ کی شہادت پر تسلی دیتے ہوئے تین بار فرمایا: ''**اللّٰهم اخلف جعفراً فی أهله و بارک لعبد الله فی صفقة یمینه** '''' اے اللہ جعفر کے گھر والوں کا جانشین ہو جا اور عبداللہ کی تجارت میں برکت عطا فرما۔'' [احمد ۱/۲۰٤ وصححه الالبانی]

(۲) رسول اللہ نے ﷺ اپنی بیٹی زینب کو کہلا بھیجا: ''**إن لِلّٰهِ ما أخذ وما أعطی و کل شيء عنده إلی أجل مسمیٰ فلتصبر و لتحتسب** '' بیشک جو کچھ لے لیا اور جو کچھ دے دیا وہ سب اللہ ہی کا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے لہٰذا صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔'' [بخاری الجنائز باب ۳۲ ح ۱۲۸٤ ، مسلم الجنائز ح ۱۱ ، ۱۳]

(۳) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر گھر جا کر ارشاد فرمایا: ''**اللّٰهم اغفر لأبی سلمة وارفع درجته فی المهدیین واخلفه فی عقبه فی الغابرین واغفر لنا وله یارب العالمین وافسح له فی قبره ونور له فیه** ''[مسلم الجنائز ٦/۲۲۳ ح ۷:] ''اے اللہ ابوسلمہ کو معاف فرما اور ہدایت والوں میں اس کا درجہ بلند فرما، اور اس کے بعد رہ جانے والوں کو اس کا نعم البدل جانشین عطا فرما اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما اور اس کی قبر کو کشادہ فرما، اسے اُس کے لیے روشن فرما دے۔'' (ابومحمد)

☆ جنازہ کے ساتھ جا کر نماز جنازہ پڑھنے اور تدفین کرنے سے میت کا حق واقعی ادا ہو گیا؛ لیکن تعزیت تو اس کے سوگواروں کا حق ہے: لہٰذا نماز جنازہ پڑھنے والوں کو تعزیت کر کے یہ فضیلت بھی حاصل کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم (ابومحمد عبدالوہاب خان)

اصول تفسیر/قسط:۱

قرآن فہمی کے اصول

مولانا عبدالستار حماد میاں چنوں (خانیوال)

﴿کتب أنزلنه إلیک مبارک لیدبروا ایته ولیتذکر أولوا الألباب﴾ [صٓ ۲۹] ''جو کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے بڑی برکت والی ہے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور اہل عقل اس سے سبق حاصل کریں۔'' یہ قرآن اس اعتبار سے بڑا با برکت ہے کہ وہ انسان کو اس کے انجام سے پوری طرح خبردار کرتا ہے اور دلائل سے بات سمجھاتا ہے، اخروی فلاح کے طریقے بتاتا ہے اور انسانی زندگی کے ہر پہلو میں اس کی راہنمائی کرتا ہے۔ اس کی پیروی میں انسان کا فائدہ ہی فائدہ ہے، اور نقصان کا کوئی احتمال نہیں۔ الغرض قرآن کریم نوع انسانی کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

ہر دور میں مفسرین نے اپنے خصوصی ذوق اور ماحول کے مطابق اس کی خدمت کی، جس سے تفسیر اور اصول تفسیر کا دائرہ وسیع تر ہوگیا۔ تفسیر قرآن کے سلسلے میں مفسرین کا درج ذیل قول بہت جامع اور معنی خیز ہے: **التفسیر إما بنقل ثابت أو رأی صائب وما سواهما فباطل۔** ''تفسیر قرآن ثابت شدہ روایت سے یا پھر درست فکر وفہم سے کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ تفسیر قرآن کے جتنے بھی طریقے ہیں وہ محض باطل اور بے بنیاد ہیں۔'' [مقدمة فی اصول التفسیر]

علمائے تفسیر نے قرآن فہمی اور تفسیر بالمأثور کے سلسلے میں عموماً پانچ چیزوں سے استفادہ کیا ہے اور دور حاضر میں بھی ان کی اہمیت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ ہم عجمی لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کا مطالعہ انہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں کریں تا کہ قرآن فہمی کا دشوار راستہ آسان ہوجائے۔ وہ بنیادی امور حسب ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن بالقرآن الکریم :

مفسرین کے ہاں مشہور قاعدہ ہے: ''قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے۔'' لہٰذا قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ خود قرآن کریم سے ہی راہنمائی حاصل کی جائے۔ علمائے تفسیر نے قرآن فہمی کے لیے اسے بنیادی حیثیت دی ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ''صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے تلاش کی جائے، کیونکہ قرآن میں ایک مقام پر اگر اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل مذکور ہے، اسی طرح ایک مقام پر اگر اختصار ہے تو دوسرے مقام پر اسی مفہوم کو قدرے تفصیل سے ذکر فرمایا گیا ہے۔'' [الفتاوی ۱۳/۳۶۳] حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس انداز کو اختیار کیا ہے، دور حاضر میں علامہ شنقیطیؒ کی تفسیر ''أضواء البیان'' میں خصوصاً یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ برصغیر کے علمائے تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ وہ واحد عالم ہیں جنہوں نے تفسیر القرآن بکلام الرحمن اس طرز پر لکھی ہے۔ یہ تفسیر اگرچہ مختصر ہے، تاہم موصوف کی یہ کوشش انتہائی قابل قدر ہے۔

رب ذوالجلال نے قرآن کریم کو ﴿کتاباً متشابھاً﴾ اور ''مثانی'' فرمایا ہے اور اسی تکرار کو ''تصریف آیات'' سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اللّٰہ نزل أحسن الحدیث کتٰبا متشٰبھا مثانی﴾[الزمر ۲۲] ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایسی کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے اور بار بار دہرائے جاتے ہیں۔''

اب ہم قرآن کریم سے اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

{ا} مجمل کی وضاحت: اس کی دو اقسام ہیں:

(الف) **وضاحت متصل:** ﴿وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود﴾ [البقرہ ۱۸۷] حضرت عدیؓ بن حاتم نے اس آیت کو سن کر اپنے تکیہ کے نیچے سیاہ اور سفید دھاگہ رکھ لیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سمجھایا اور ﴿من الفجر﴾ کی وضاحت نازل ہوئی جو آیت سے متصل ہے۔ دوسری مثال ﴿ یٰأیھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء ﴾ پر ﴿ تلقون إلیھم بالمودة ﴾[الممتحنة: ۱] کی وضاحت متصل ہے۔ اس نے اتخاذ اولیاء کی وضاحت کی ہے۔ تیسری مثال ﴿ إن مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل اٰدم ﴾ پر وجہ شبہ کی وضاحت ﴿ خلقه من تراب ﴾[آل عمران ۵۹] متصل ہے۔ چوتھی مثال ﴿ لایستوی القاعدون ...... غیر اولی الضرر ﴾[النساء ۹۵] متصل ہے۔

(ب) **وضاحت منفصل:** جیسے ﴿ أحلت لکم بھیمة الأنعام إلا ما یتلیٰ علیکم ﴾[المآئدہ: ۱] پر ﴿ حرمت علیکم المیتة ...... وماذبح علی النصب ﴾[المآئدہ ۳] کی وضاحت منفصل ہے۔ ﴿لا تدرکه الأبصار ﴾[الانعام: ۱] سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید رؤیت باری تعالیٰ کی مطلق نفی مراد ہے، تو وضاحت ﴿وجوہ یومئذ ناضرة ۞ إلی ربھا ناظرہ ۞ ﴾[القیامة ۲۲-۲۳] کی وضاحت منفصل ہے۔ ﴿فتلقّٰی اٰدم من ربه کلمات ﴾[البقرہ ۳۷] پر ﴿ قالا ربنا ظلمنآ أنفسنا ﴾[الاعراف ۲۳] کی وضاحت منفصل ہے۔ ﴿یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی أنعمت علیکم وأوفوا بعھدی ﴾[البقرۃ ۴۰] پر ﴿لئن أقمتم الصلوٰة واٰتیتم الزکوٰة واٰمنتم برسلی وعزرتموھم وأقرضتم اللّٰہ قرضاً حسناً لأکفرنّ عنکم سیاٰتکم ولأدخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الأنھار ﴾[المآئدہ ۱۲] منفصل ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کے وعدے اور اللہ کے وعدے کی وضاحت ہے۔ ﴿صراط الذین أنعمت علیھم ﴾[الفاتحة] پر ﴿من یطع اللّٰہ والرسول فاولٓئک مع الذین أنعم اللّٰہ علیھم من النبیین ......﴾[النساء ۶۹] منفصل ہے۔ ﴿ وتمت کلمة ربک الحسنٰی علی بنی اسرآئیل بما صبروا ﴾[الاعراف ۱۳۷] اس کلمہ کی وضاحت ﴿ونرید أن نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم أئمة ونجعلھم الوٰرثین ۞ ونمکن لھم الأرض ﴾[القصص ۵-۶] منفصل ہے ﴿کم ترکوا من جنٰت وعیون ۞ وزروع ومقام کریم ۞ ونعمة کانوا فیھا فاکھین ۞ کذالک وأورثناھ

قوماً آخرين ﴿ ﴾[الدخان ۲۵۔۲۸] اس کی وضاحت منفصل ہے ﴿فأخرجنا هم من جنت وعيون ﴿ و كنوز ومقام كريم ﴿ كذلك وأورثناها بني اسرائيل ﴿ ﴾[الشعراء ۵۷ ۔ ۵۹]

اسی طرح {۲} تقييد مطلق: ﴿ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله ﴾[المائدة : ۵] یہاں حبوط عمل مطلق ہے، مقید ﴿ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم ﴾[البقره ۲۱۷]

{۳} تخصيص عام: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء ﴾[النساء ۳] عام ہے ﴿حرمت عليكم أمهاتكم...... ﴾[النساء ۲۴] سے اس کی تخصیص کی گئی ہے۔

{۴} تفسير لفظ بلفظ: ﴿وأمطرنا عليهم حجارة من سجيل ﴾[هود ۸۲، الحجر ۷۴] کی تفسیر دوسرے لفظ سے ﴿ لنرسل عليهم حجارة من طين ﴾[الذاريات ۳۳]

{۵} تفسير معنیٰ بمعنیٰ: ﴿يؤمئذ يود الذين كفروا وعصوا الرسول لو تسوى بهم الأرض ﴾[النساء ۴۲] اس معنیٰ کی تفسیر دوسرے معنیٰ سے یوں ہے۔ ﴿ويقول الكافر يا ليتني كنتُ تراباً ﴿ ﴾[النبأ ۴۰]

۲۔ سنت سے قرآن کی تفسیر:

قرآن فہمی کے لیے سنت نبوی دوسرا اہم مرجع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو شرعاً شارحِ قرآن کی حیثیت حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم ﴾ محققین نے قرآن فہمی کے لیے سنت کو ضروری قرار دیا ہے؛ کیونکہ اس کے بغیر قرآن کی تفسیر میں غلطی کا شدید اندیشہ رہتا ہے۔ مثلاً ﴿قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده ﴾ میں ہر قسم کی زینت کو حلال قرار دیا گیا ہے لیکن سنت نے بتایا کہ ''سونا اور ریشم مردوں پر حرام ہیں۔'' حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں'' قرآن کی تفسیر قرآن سے نہ ملے تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے؛ کیونکہ سنت قرآن کی شارح ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے'' مجھے قرآن اور اس کے مثل اور چیز یعنی سنت دی گئی ہے۔''[مجموع الفتاوى ۳۶۳/۳ شيخ الاسلام ابن تيمية]

خصوصاً قرآن میں جس قدر آیاتِ احکام ہیں ان کی تفسیر وتوضیح میں سنت سے بے اعتنائی ناممکن ہے۔ لہٰذا قرآن کے اس حصے کی تفسیر کے لیے سنت کی طرف رجوع ناگزیر ہے۔ اب ہم اس اصل کی مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ خود قرآن کی تفسیر قرآن سے کرتے تھے۔ (ا) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب ﴿ الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم ﴾[الانعام ۸۲] نازل ہوئی تو ہم نے کہا'' أينا لا يظلم نفسه ؟'' آپ نے فرمایا '' ليس كما تقولون '' بلکہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت لقمان کا حوالہ دیا کہ اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿لا تشرك بالله إن الشرك لظلم عظيم ﴿ ﴾[لقمان ۱۳] اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا'' لایدخل النار إن شاء اللّٰه من أصحاب الشجرة احد الذین بایعوا تحتها ''حضرت حفصہ نے عرض کیا ﴿وإن منکم إلا واردها﴾ اس کے معارض ہے۔تو آپ ﷺ نے اس کا دوسرا حصہ تلاوت کیا: ﴿ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیها جثیا۞﴾ [مریم ۷۲،مسلم فضائل الصحابة ح۲۴۹۶]

۞ بطور خاص کسی آیت کی تفسیر کرتے تھے۔اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) پہلے تفسیر کرتے ،پھر آیت کا حوالہ دیتے: مثلاً حدیث ''جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے تو اس کے مال کو گنجے سانپ کی شکل دی جائے گی جس کی دو زبانیں ہوں گی وہ انسان کو جکڑ لے گا اور کہے گا ''أنا مالک ، أنا کنزک'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿ولایحسبن الذین یبخلون بما اتاهم اللّٰه من فضله هو خیراً لهم بل هو شر لهم سیطوقون ما بخلوا به یوم القیامة﴾ [آل عمران ۱۸۰]

(ب) پہلے آیت ذکر فرمائی پھر اس کی تفسیر کردی۔حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی : ﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ پھر فرمایا'' ألا إن القوة الرمی ، ألا إن القوة الرمی ، ألا إن القوة الرمی ''
[مسلم الإمارة ح۱۹۱۷]

۞ تفسیر کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے اشکال کو دور فرمایا۔اس کی دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

(الف) ﴿وآخرین منهم لمّا یلحقوا بهم﴾ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: میں نے تین مرتبہ سوال کیا اس سے مراد کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا''لو کان الإیمان عند الثریا لناله رجال من هؤلاء. [بخاری التفسیر ح۴۸۹۷]

(ب) آپ ﷺ نے فرمایا'' لیس أحد یحاسب إلا هلک ''حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ﴿ فأما من أوتی کتابه بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیرا۞﴾ [الانشقاق ۷۔۸] آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ محض پیشی ہے ۔ '' پھر فرمایا '' ومن نوقش الحساب هلک'' [بخاری التفسیر ح۲۸۷۶]

۞ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ سے کسی آیت کے متعلق سوال کرتے ، پھر خود اس کی تفسیر کرتے ۔مثلاً جب سورۃ الکوثر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اسے تلاوت فرما کر صحابہ کرامؓ سے پوچھا''أتدرون ما الکوثر ؟''انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔تو فرمایا'فإنه نهر وعدنیه ربی ، علیه خیر کثیر وهو حوض ترد أمتی علیه یوم القیامة۔'' [مسلم الصلوة ۴۰۰]

۞ بعض اوقات کسی آیت کی تفسیر میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہوتا تو آپ ﷺ اسے حل کرتے اور فیصلہ فرماتے مثلاً ﴿